مقام حدیث
"قرآن کی روشنی میں"

ازافادات۔شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ۔شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری حفظہ اللہ تعالیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی علمیت وتحریر سے میں بہت متاثر ہوں' ان کی تحریر کردہ کتب' مضامین اور فتاوی میں اچھا خاصہ مواد ہوتا ہے' بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ جب وہ کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں تو اس کی پوری خبر رکھتے ہیں اور جب مخالفین پر تنقید بھی کرتے ہیں تو بڑے شائستہ انداز میں کرتے ہیں' جس سے مدمقابل کا علمی مقام بھی مجروح نہیں ہوتا اور اس کو احساس بھی ہو جائے کہ مجھ سے سہو ہو گیا ہے یا میری قلم ٹھوکر کھا گئی ہے' آئندہ مجھے احتیاط کرنا ہوگی۔

علمی دنیا میں تو وہ مخدوم العلماء کا لقب پا چکے ہیں مگر میری نظر میں وہ اہل حدیث کے بادشاہ بھی تھے' مولانا موصوف 1921ء میں گوجرانوالہ تشریف لائے تھے' جب آپ کا اس شہر میں ورود ہوا تو اہل حدیث کی صرف ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ حضرت نے اپنے علمی قد کاٹھ سیاسی بصیرت اور سماجی معاملہ فہمی سے اپنی وفات (1968) تک ساٹھ ایسی مساجد تعمیر کرائیں کہ جن میں باقاعدگی سے جمعہ وجماعت کا پورا اہتمام ہوتا تھا پھر محترم سید داؤد غزنوی مرحوم کے ساتھ مل کر پورے ملک کی اہل حدیث برادری یک جان کر کے اور ایک جماعت تشکیل دیکر ہمیں دے گئے میں ان کو اگر اہل حدیث جماعت کا بادشاہ نہ کہوں تو کیا کہوں؟

بنا کردند خوش رسمے کہ خاک وخون غلطیدن..... خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آمدم برسر مطلب؛ میرے پاس حضرت موصوف کی چھوٹی موٹی تقریباً ساری کتب موجود ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ افادہ عام کے لیے رسائل وجرائد کے ذریعے ان کا پیش کردہ مواد قارئین تک پہنچاؤں تاکہ وہ بھی محظوظ ہوں' میری اپنی یہ حالت ہے کہ میں ان کی تحریر پڑھ کر جھوم جاتا ہوں' اولاً حضرت صاحب کا رسالہ مقام حدیث'' پیش کرنا چاہوں گا۔ ان شاء اللہ۔

(شیخ الحدیث) حافظ محمد الیاس اثری' مدیر مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ

حدیث کا مقام : قرآن کی روشنی میں

حدیث اور سنت عموماً ہم معنی استعمال ہوتے ہیں' آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قول وفعل' تقریر اور اجتہاد پر یہ دونوں لفظ بولے گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات اسی قدر قابل احترام ہیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مقدس' قرآن کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کا اپنے وقت میں یہی مقام ہے"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ "پیغمبر صرف اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے"بعض انبیاء پر خاص آسمانی کتابیں نازل کی گئیں تورات' انجیل' زبور' صحف موسیٰ اور ابراہیم' بعض پر صرف احادیث ہی نازل ہوئیں وہی ان کی شریعت تھی اور جناب اسماعیل' اسحاق' یونس اور ہود وغیرہ علیہم السلام کے احکام......اسی قسم کے تھے' ان پر بظاہر احادیث کے سوا کچھ بھی نہیں نازل ہوا۔ ان احادیث کی مخالفت کی وجہ سے ان کی امتوں پر عذاب نازل فرمایا گیا اور رہتی دنیا تک بدنام ہوئے' ان انبیاء کے متعلق کسی خاص کتاب کا ذکر نہیں فرمایا گیا اور نہ ہی احادیث میں ایسا تذکرہ آیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف دونوں قسم کی وحی نازل فرمائی گئی' انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ "ہم نے تم پر اس طرح وحی نازل کی جس طرح نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے انبیاء پر نازل ہوئی یعنی قرآن بھی نازل فرمایا گیا اور حدیث اور سنت بھی۔

وحی کے مختلف طریقے:۔ وحی کے طریقوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہوا۔ ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا من وراء حجاب اویرسل رسولا فیوحی باذنہ مایشاء . "انسانوں کے ساتھ گفتگو میں اللہ تعالیٰ کے تین طریقے ہیں۔ دل میں الہام خیر پس پردہ آواز سے یا فرشتہ بصورت پیغمبر آجائے اور پیغام دے جائے۔

پہلے انبیاء علیہم السلام کے متعلق ممکن ہے کہ ان تینوں طریقوں کے مجموعہ سے انہیں

مخاطب نہ کیا گیا بلکہ کسی ایک طریقہ سے ان پر وحی نازل ہوئی ہو لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا "کذلک اوحینا الیک روحا من امرنا" "ہم نے تم پر اپنا امر اسی طرح وحی کیا' رسول کے علاوہ باقی دونوں طریق سے قرآن نازل نہیں فرمایا' یہ حدیث شریف کی وحی کے طریقے ہیں "نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین" "قرآن پاک بواسطہ۔ جبرائیل تمہارے دل تک پہنچایا گیا تھا کہ تم ڈراؤ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ خود قرآن عزیز سے تجسس کیا جائے کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت خود قرآن کی نظر میں کیا ہے؟ مستقبل کی مشکلات' رواۃ کے حفظ وعدالت' شذوذ اور عمل کے نقائص صاحب قرآن کی نظر سے پوشیدہ نہ تھے۔' خدا تعالیٰ کو خوب معلوم تھا کہ سلسلہ روایت میں شکوک وشبہات اور ظنون کا پیدا ہونا ضروری ہے' اس کے باوجود اگر قرآن عزیز' احادیث یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی اہمیت کو قبول فرمائے تو منکرین کو اعتراض کا حق نہیں ہونا چاہئے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہی ہوگا کہ قرآن علم کے اس شعبہ کو علی علانہ قبول فرماتا ہے۔ ظنون وشبہات کے باوجود اس کی ضرورت کا انکار نہیں کیا جاسکتا یہ تعلیم قرآن کا ایک جز ہے اور یہ نقائص جن سے ہمارے شبہات میں اضافہ ہو رہا ہے جسے ہم تک ظن اور وہم سے تعبیر کرتے ہیں' قرآن کی نظر میں کوئی عیب نہیں' اس کی بنا پر احادیث کو رد نہیں کیا جاسکتا' اگر حدیث کی حیثیت' تاریخ یا حوادث روزگار کی ہوتی اور اسے کوئی غیر معمولی اہمیت حاصل نہ ہوتی تو قرآن مجید اسے اتنی اہمیت نہ دیتا اور اس کے متعلق اتنے گہرے اور مضبوط ارشادات نہ فرماتا اور نہ ہی اسے بار بار دہراتا۔

قرآن مجید میں احادیث کا تذکرہ:۔ قرآن عزیز میں احادیث کا تذکرہ دو طرح پر ملتا ہے رسول کی اطاعت کو خدا تعالیٰ کی اطاعت سے الگ بالاستقلال ذکر فرمانا۔

(1) آیات میں ایسے مقاصد کا ذکر جن کی تکمیل حدیث کے سوا نہ ہو سکے۔ اس کے ذیل میں ان آیات کا ذکر آئے گا جن میں دونوں قسم کے "تذکرے" موجود ہیں۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما انہا کم عنہ فانتھوا (پ 28۔ 4ع) رسول جو کچھ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ (اتاکم کو یہاں نہاکم کے مقابلے میں رکھا گیا ہے اور نہا کے مقابلے میں امر ہوتا ہے اس لیے اتاکم کا معنی امر کم ہوں گے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر پر سختی سے عمل کرو امر کا مفاد (مقصد) وجوب ہے۔ اور نہی کا تقاضا حرمت یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کا حکم فرمادیں اس کی پابندی واجب ہوگی اور جس چیز سے روکیں اس کا کرنا حرام ہوگا' آیت کا عموم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے وجوب پر مشتمل ہے۔ فخذوہ میں اسی وجوب وتاکید کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ آیت کو تقسیم غنائم پر محمول کیا جائے تو اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس میں بھی تقسیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر ونہی کی بنا پر ہو گی۔ اس میں تشریع کے اختیارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تفویض فرمائے گئے' وجوب وتحریم دونوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر ونہی کے بعد صرف اسی کی تعمیل کریں' کسی دوسری چیز کے انتظار کی ضرورت نہیں' ہمارے نزدیک حجیت حدیث کا یہی مطلب ہے۔

(2) وماارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (پ5' ع4) ہم نے رسول بھیجا ہی اس لیے ہے کہ لوگ اس کی اطاعت کریں۔ اس آیت میں رسالت کی علت نمائی اطاعت قرار دی گئی ہے' اگر کوئی شخص رسالت یا رسول کو تو تسلیم کرتا ہے لیکن اس کی اطاعت اور اس کے احکام کے سامنے انقیاد کو ضروری نہیں سمجھتا تو یقین کرنا چاہیے کہ وہ نبوت کی غائیت اور اس کے مقصد سے ناواقف ہے کسی چیز کی غائت اور مقصد سے انکار کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی افادی حیثیت سے انکار کر دیا گیا اور اسے بے سود سمجھا گیا' معلوم نہیں کہ اس کے بعد کفر و جمود کس کا نام رکھا جائے گا اور پیغمبر کو یہ مقام اللہ کے اذن سے ملا ہے اس مقام کا انکار خدا تعالیٰ کے ساتھ اعلان جنگ ہے اعاذنا اللہ من ذلک

(3) فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضت و یسلموا تسلیما (پ5ع4) خدا کی قسم ان میں سے

کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ لوگ آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر آپ کے فیصلوں کو دلی رضامندی سے بے چوں چراں قبول کرلیں۔

اس آیت میں چند امور قابل غور ہیں۔

1- باہمی نزاع اور اختلاف کا ذکر اصول موضوع اور مسلمات کی طرح فرمایا ہے اور یہ اختلاف طبائع کا لازمی نتیجہ ہے یعنی اختلاف ضرور ہوگا۔

2- پھر اس کے رفع کی صورت صرف آنحضرت ﷺ کا فیصلہ ہے اور آپ کا حکم۔

3- اس کے قبول میں دل کے ہواحس اور خطرات کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔

4- معلوم ہے کہ یہ نزاع اور فیصلہ دونوں قرآن عزیز کے علاوہ اور علیحدہ ہیں' اگر اس سے مراد دنیا کے باہمی جھگڑے بھی لیے جائیں اور رسول کے فیصلے کی حیثیت امیر اور حاکم وقت کے حکم کی ہوتو بھی اصل حجیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا' بلکہ آیت کا عموم دونوں کو شامل ہے۔

رسول کی حیثیت منقسم ہوگی' دنیوی حیثیت سے وہ حاکم اور امیر ہے اور اپنے روحانی منصب کے لحاظ سے وہ پیغمبر ہے' اگر دنیوی حیثیت سے اس کے فیصلے کے انکار سے ایمان کی نفی ہوسکتی ہے۔ تو اس کے روحانی منصب سے اختلاف یا اس کی حجیت کا انکار تو بطریق اولیٰ ایمان کی موت کے ہم معنی ہوگا۔ اس لیے آیت حجیت حدیث میں نص ہے۔ فاین المفر!؟

ماکان لمومن ولا مومنة اذا قضیٰ الله و رسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امر هم ومن یعص الله و رسوله فقد ضل ضلالا مبینا (پ23ع2)

اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی صوابدید اور پسند کو اس امر میں مداخلت کا موقعہ دیں اور اگر کسی نے اس کی خلاف ورزی کی تو اس کی گمراہی بالکل ظاہر ہے۔

1- آنحضرت ﷺ کے فیصلے کی قبولیت شرط ایمان قرار پائی ہے۔

2- فیصلہ کے بعد ذاتی پسند کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

3- اور اگر کوئی اپنی پسند کے لیے اصرار کرے اور صوابدید کے مطابق فیصلہ کی سعی کرے۔ تو اس کے لیے ضلال مبین کی وعید موجود ہے۔

4- اس قسم کے اختیار سے دستبردار شرط ایمان قرار پائی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے قول و فعل اور اجتہاد کی حجیت اس آیت سے بالکل واضح ہے اور اہل حدیث کا اس سے زیادہ کوئی جرم نہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کے مقام کو اس سے پست نہیں دیکھنا چاہتے۔ ہر صاحب امر کا حکم اپنے حلقہ اثر میں حجت تصور کیا جائے لیکن رسول کو اس معقول اور واجبی حق سے محروم رکھا جائے۔ در حیرتم تمام کہ این چہ بو العجبی است

5- لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا قد يعلم الله الذين يتسللون منكم لواذا فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة اويصيبهم عذاب اليم (پ18 ع15)

رسول کی دعوت اور پکار کو تم اپنی باہمی پکار و دعوت کی طرح مت سمجھو! بلکہ رسول کی پکار واجب القبول ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو دوسروں کی آڑ میں حیلوں اور بہانوں سے آنحضرت ﷺ کی اطاعت سے بچنا چاہتے ہیں اور جو لوگ آنحضرت ﷺ کے امر کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں کسی آزمائش یا درد ناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

آیت کی تصریحات پر غور فرمائیے

1- آنحضرت ﷺ کی پکار کا حکم لوگوں کی معمولی اور متضاد گفتگو سے مختلف ہے۔ باہمی گفتگو میں ایک دوسرے کی مخالفت کی جا سکتی ہے' آنحضرت ﷺ کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔

2- حیلوں اور بہانوں سے دوسروں کی آڑ میں بھی آنحضرت ﷺ کے احکام کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ منافقین کا طریق ہے۔

3- جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں (انہیں حجت نہیں سمجھتے) وہ عذاب الیم کے مستحق ہیں یخالفون عن امرہ کا لفظ مخالفین حدیث کے لیے ازبس غور طلب ہے۔

6- واقموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون (پ18ع13)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو تم پر رحم کیا جائے۔

......قیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واطیعوا اللہ ورسولہ واللہ خبیر بما تعملون (پ28ع2)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کرؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔

ان دونوں آیات میں نماز اور زکوٰۃ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو فرض قرار دیا گیا ہے' سورہ نور' سورہ احزاب' سورہ مجادلہ میں مقام رسالت اور اس کی اطاعت کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ اور اس کی تاکید کے لیے اسلوب بیان میں عجیب حکیمانہ تصرف فرمایا ہے۔ جس کی خوبی کا لطف وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جن کو عربی زبان سے کچھ تعلق ہے۔

سورہ نور میں:- الرسول کو بقید تعریف ذکر فرمایا ہے جس سے مراد صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور سورہ مجادلہ میں اللہ اور رسول دونوں کا ذکر فرمایا ہے۔ مطلب ایک ہی ہے انداز بیان بیحد لطیف ہے۔ رسولہ میں رسالت کو اپنی قرار دیکر رسول کو بھی اپنا لیا۔ فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا' بلبل کے کافیہ گل بود بس است

6- قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم (پ3ع13)

اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو' اللہ تم سے محبت کرے گا' تمہاری غلطیاں معاف فرمائے گا۔ اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت ایک مسلمہ مطلب ہے موحد اور مشرک دونوں یکساں اس کی طلب میں کوشاں ہیں' فرمایا اس کی راہ صرف میری اتباع ہے اور اس سے نہ صرف تمہاری محبت کا اظہار ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گ' محبّ ہونے کی بجائے تمہیں محبوبیت کا مقام حاصل ہوگا اور گناہ معاف ہو جائیں گے' محبوب کی لغزش سے درگزر کرنا محبت کا طبعی نتیجہ ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا وجوب کس حکیمانہ انداز سے فرمایا ہے' محبت الٰہی کے سرفروش اور سرگرداں متوالوں کو محبوبیت کا نسخہ بتا کران پر نوازش کی گئی ہے' عشق کے آرزومندوں کو معشوق ہونے کی راہ بتادی گئی ہے۔

عزیزاں راازیں منی خبرنیست ...... کہ سلطان جہاباما است امروز

یہ ساری نوازشیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی اطاعت اس عظیم الشان کامیابی کی ضامن ہے' کتنا تعجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی حجیت سے انکار کرکے محبت ومحبوبیت کی دونوں راہوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔ ومن یضلل الله فماله من هاد

5- انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک الله ولا تکن للخائنین خصیما (پ5'ع13)

ہم نے تم پر کتاب یقیناً اس لیے اتاری ہے کہ تم لوگوں میں خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بصیرت سے فیصلہ کرو اور اس میں خیانت پیشہ لوگوں کی حمایت مت کرو

1- کتاب حق اتارنے کی علت حکم نبوی کو قرار دیا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فیصلہ کا حق نہ ہوتا اور فیصلہ قبول کرنا ضروری نہ ہوتو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب اتارنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

2- یہ فیصلہ بھی وحی ناطق سے نہیں ہوگا بلکہ اراک الله میں یہ وضاحت فرمائی گئی ہے کہ یہ فیصلہ سوچ و بچار اور اجتہاد سے ہوگا۔

3- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد لیا گیا ہے کہ کسی غلط آدمی کی حمایت نہ کریں۔

4- آیت میں معاملہ دوٹوک کر دیا گیا ہے' یا تو آنحضرت ﷺ پر نزول قرآن ہی کا انکار کر دیا جائے' یا پھر آنحضرت ﷺ کے اجتہادات کو من جانب اللہ سمجھا جائے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات محض تاریخی سرمایہ نہیں' بلکہ واجب التعمیل اور حقیقت ماطعہ ہیں۔ من شاء فلیومن و من شاء فلیکفر'

ایک دھوکہ؛ بعض منکرین سنت نے بڑی عنایت فرمائی وہ فرماتے ہیں کہ ہم احادیث کا انکار نہیں کرتے بلکہ یہ ایک تاریخی کا قیمتی سرمایہ ہے اور مقدس تاریخ دستاویز' "کبرت کلمة تخرج من افواھھم"

مقام نبوت سمجھ لینے کے بعد اس کا مطلب انکار کے سوا کچھ نہیں' بلکہ آنحضرت ﷺ کی انتہائی توہین ہے' اس قطعی ملمع سازی کا اس کے سوا کوئی مطلب نہیں کہ آنحضرت ﷺ کا مقام علامہ ابن خلدون' ابن جریر' ابن کثیر اور دیگر مؤرخین کے پس وپیش ہو گا' ہر آدمی کو اس پر بحث وتنقید کا حق ہوگا' پیغمبر تاریخی مباحث کا تختہ مشق ہوگا' بحث ونظر کی موشگافیاں نبوت کے ماحول کی محیط ہوں گی' یہ مقام تمام علماء کا ہے' بلکہ بحثیت مورخ یورپ کے ملاحدہ نے بہترین تاریخی سرمایہ علم کی منڈیوں میں بکھیرا ہے' جو اہل نظر کے لیے دعوت فکر کا سامان مہیا کر رہا ہے۔

ہمارے یہ دوست اگر شرم وحیا دنیا سے نابود نہیں ہوگئی ہے' تو غور کریں کہ یہ کون سا مقام ہے جو آپ آنحضرت ﷺ کو عنائیت فرما رہے ہیں ایک شخص اپنے باپ کے متعلق کہتا ہے کہ میں اس کا بیٹا تو نہیں لیکن ویسے وہ شریف آدمی ہے' یورپ کے اکثر بے دین آنحضرت ﷺ کو مقدس انسان سمجھتے ہیں لیکن پیغمبر نہیں سمجھتے' یہی حیثیت حضرات اہل قرآن نے انبیاء کو عنایت کی ہے وہ دیانۃ سوچیں کہ مقام نبوت اور تمام علم کے مقام میں کیا فرق رہا؟ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنة او یصیبھم عذاب الیم

دراصل ان حضرات نے شکست زدہ ذہنیت پائی ہے محققین یورپ کے عقید تمندانہ ذہنیت نے اسلام اور اس کے عقائد انبیاء اور انکے مقام کو ان کی نگاہوں سے اوجھل کردیا ہے' **فما لهم عن التذكرة معرضين** ''بجائے اس کے کہ وہ اس علمی سرمایہ پر فخر کریں جسے صدیوں سے آئمہ امت نے اپنے پیغمبر کی وراثت سے حاصل کیا' یہ حضرات اس میں عار محسوس کرتے ہیں' اس پر ایمان سے ان کا دل ندامت محسوس کرتا ہے'**فقد كذبوا بما لم يحيطوا به علما**

سنت کے ان حصوں پر جن میں کچھ تاریخی تذکرے موجود ہیں' شاید تھوڑی دیر کے لیے یہ لفظ گوارا کیا جاسکے لیکن ''اوامر ونواہی' ترغیب وترہیب' زہد وورع' اخلاق وعبادت' اذکار وادعیہ پر کیونکر تاریخ کا لفظ بولا جائے' ان حضرات نے اس معاملے میں اس ذہنی سخافت کا ثبوت دیا ہے جسے علمی بدحواسی سے سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا' بلکہ ان فقرات میں دھوکہ اور دجل ہے جو ایک حوصلہ مند ملحد اور دلیر کافر اور بہادر منکر کے لیے مناسب ہے' ان الفاظ میں نفاق کی بدبو ہے ''**وما تخفى صدورهم اكبر قد بينا الايات لقوم يعقلون**''

ایسے الفاظ وہی زبانیں کہہ سکتی ہیں' جن کے دل ایمان کی حلاوت سے خالی ہوں ''**اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه**''

8- **لاتحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه و قرآنه فاذا قرانا فاتبع قرآنه ثم ان علينا بيانه** (پ29ع12)

آپ وحی کی تلاوت میں جلدی نہ کریں' متفرقات کو جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے جب ہم پڑھ چکیں تو تم پڑھو' پھر اس کے مقاصد کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے

1- آنحضرت ﷺ نزول وحی کے ساتھ ہی ضبط کرنے کی کوشش فرماتے تا کہ کوئی لفظ حفظ سے رہ نہ جائے' اس لیے فرمایا گیا کہ آپ فکر سے مطمئن رہیں۔ قرآن کا جمع کرنا اور پڑھانا خدا تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

2- **ثم ان علينا بيانه** بیان کا مطلب یہاں اظہار مقاصد کے سوا کچھ نہیں اور یہ جمع اور

قرآن سے مختلف ہے۔ پہلی دونوں چیزوں کا مقصد الفاظ قرآن کی حفاظت ہے' بیان سے مقصد اظہار مطالب ہے جو وحی کی روح ہے' اگر یہ محفوظ نہ ہو تو ان الفاظ کی حفاظت چنداں مقصد نہ ہو گی' وہی بیان یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قول' فعل اور تقریر سے بیان فرمایا۔

انَّ حرف تاکید کے ساتھ علینا کو مقدم فرما کر بیان کی ذمہ داری بطور حصر اپنے ذمہ فرمالی کہ بیان صرف ہمارے ذمہ ہے' اب سوچنا یہ ہے کہ جس بیان کو اس تاکید سے اپنے ذمہ قرار دیا ہے' آیا نمبر 1 ہوا بھی ہے یا نہیں نمبر 2 محفوظ بھی رہا یا نہیں

3- اگر رواۃ اور روایت' اسانید اور رجال کے ظنون اور شکوک اسے بے کار کر سکتے تھے۔ انسانی علوم کی پیش بندیاں اسے غیر مستند کر سکتی تھیں تو پھر ان علینا بیانہ'' کے موکد دعوے سے کیا فائدہ؟

4- اگر اس بیان کا مصداق ''اصطلاحی احادیث نہیں تو پھر یہ بیان دنیا میں کہاں ہے؟ بہر حال یہ قرآن عزیز کے لفظی وجود سے تو جدا ہے'

5- اگر یہ بیان واقعی محفوظ نہیں رہ سکا اور یہ تاکید دیندارانہ رکھ رکھاؤ سے زیادہ نہیں تو پھر الفاظ کی حفاظت سے کیا فائدہ؟

6- اس کے ساتھ اس بات پر غور کرنا ہے کہ آیا لغت کی حفاظت حدیث سے زیادہ کی گئی ہے؟ آیا قرآن کی زبان (عربی) انقلابات کی زد سے اب تک محفوظ ہے؟ ان گذارشات پر دانشمندانہ اور دیانتدارانہ غور کرنے کے بعد سنت کی حجیت واضح ہو جائے گی' اور یہ قرآن ہی کا تقاضا ہے۔

9- فانما یسرناہ بلسانک لتبشر بہ المتقین و تنذر بہ قوما لداً (پ 16ع9)

ہم نے قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے تا کہ آپ بشارت اور انداز دونوں مقاصد کو پورا کر سکیں۔

''لسان'' سے مراد عربی زبان ہو یا آنحضرت ﷺ کے ارشادات بصورت سنت و حدیث دونوں احتمال ہو سکتے ہیں' میری ناقص رائے میں دوسرا احتمال راجح ہے' صرف عربی زبان مراد لینا ٹھیک نہیں' یہاں لسان کی اضافت ''ک'' خطاب کی طرف ہے معلوم ہے کہ عربی زبان لاکھوں آدمی بولتے ہیں' اس تخصیص بالاضافت سے کیا فائدہ عربی زبان میں نزول ایک دوسری عربی ہے' جس کا تذکرہ قرآن نے دوسرے مقامات میں فرمایا اگر ''لسان'' سے مراد یہاں عربی زبان لی جائے۔ تو ''لتبشـــر'' میں لام تعلیل بالکل بے کار ہوگا' یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت نہ رہے گی بلکہ ہر اہل زبان ایسا کر سکتا ہے' آیت کی ترتیب میں کوئی خاص فائدہ نہ ہوگا۔

10- واذاقیل لھم تعالواالی ما انزل اللہ والی الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ آبائنا اولو کان آباء ھم لا یعلمون شیئا ولا یھتدون (پ7ع4)

جب تم ان کو اللہ کی وحی اور اس کے رسول کی طرف دعوت دیتے ہوں وہ کہتے ہیں۔ ہمیں رسوم و عادات کافی ہیں۔ جو اپنے بزرگوں سے ہمیں وراثت میں ملی ہیں گو وہ بزرگ علم و ہدایت سے یکسر خالی ہوں۔

''الی الرسول'' بصورت عطف مذکور ہوا ہے اور معلوم ہوا کہ معطوف اور معطوف علیہ عام حالات میں دونوں مستقل ہوتے ہیں اور مغائر بالذات۔ جب ہم کہتے ہیں ہمارے پاس روپیہ بھی ہے اور زمین بھی' تو اس مثال روپیہ اور زمین ایک نہیں ہو سکتے۔ بلکہ دونوں الگ الگ ہوں گے۔

مولوی عبداللہ چکڑالوی آنجہانی ''الرسول'' سے بھی قرآن ہی سمجھتے تھے' اور یہ میری رائے میں جہل عظیم ہے' اور عربی سے ناواقفیت پر مبنی ہے' اس سے کہ یہ دعوت الرسول کا مطلب آنحضرت ﷺ کی سنت کی طرف دعوت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ دونوں بظاہر دو مستقل چیزیں ہیں اور دونوں کی حیثیت مساوی ہے۔

(الاانی اوتیت القرآن ومثلہ معہ) الرسول دعوت آسمانی کا ایک مستقل رکن ہے جب ہر سنت صالحہ قابل اتباع ہے تو سنت رسول کو اس سے کیونکر محروم رکھا جائے سنت رسول کی حجیت اور استقلال کا مفہوم قرآن میں اس قدر عام اور واضح ہے کہ سینکڑوں آیات اس موضوع پر جمع کی جاسکتی ہیں۔توجہ کے لیے صرف چند آیات زیر قلم آئی ہیں۔تا کہ قرآن مجید کے طالب علم اس نہج پر سوچنے کی کوشش کریں۔آئندہ کی صحبت میں حدیث کی حجیت کا تذکرہ آنحضرت ﷺ کی سیرت کی روشنی میں آئے گا۔یہ ایک مستقل عنوان ہے کہ آیا جس شخص کی سیرت اس قدر بلند ہو آیا اس کے اقوال واعمال کا مقام یا اس کی حیثیت صرف ایک مورخ کی ہوگی؟ اور اس کے ارشادات صرف تاریخ کا ایک قیمتی اور مقدس سرمایہ ہیں؟ ناظرین اس کا انتظار کریں!

قرآن کی دعوت:۔ بعض آیات قرآن عزیز میں اس طرح مذکور ہوئی ہیں کہ قرآن کا مفہوم حدیث کے بغیر مکمل نہیں ہوتا' یہ قرآن کی دعوت ضرورت حدیث کو ثابت کر رہی ہے' اشارۃ النص کے طور پر قرآن مجید ضرورت حدیث کو ثابت فرماتا ہے' منکر حدیث سے مؤدبانہ استدعاء ہے کہ بحیثیت طالب علم قرآن میں اس طریق پر بھی غور کی تکلیف گوارا کریں' ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کوں کھول دے اور قوت فہم کو استفادہ کا موقع مل جائے۔

1- ان عدۃ الشھور عنداللہ اثنا عشر شھراً فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم (پ 10 ع 11)

تحقیق گنتی مہینوں کی اللہ کے نزدیک سال کے بارہ مہینے ہیں بیچ کتاب اللہ کے جس دن پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ان میں چار مہینے حرام ہیں۔

ان چار ماہ کا ذکر قرآن میں اجمالاً آیا ہے' ان میں لڑائی جھگڑے کی ممانعت فرمائی گئی ہے' ان میں ابتدا لڑائی حرام ہے' لیکن نہ قرآن میں بارہ مہینوں کے نام مذکور ہیں اور نہ

چار ماہ کا کوئی تفصیلی ذکر موجود ہے' یہ تذکرہ احادیث میں ملتا ہے یا عرب کی تاریخ میں۔ معلوم نہیں کہ ہمارے اہل قرآن کونسا مقدس ذخیرہ قبول فرمائیں گے۔

2- والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من الله والله عزیز حکیم (پ6' ع10)

چور عورت ہو یا مرد' اس کا ہاتھ کاٹ دو' وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے کیے کی جزاء ہے۔

''ید'' کا لفظ عربی زبان میں ناخن سے لیکر کندھے تک بولا جاتا ہے' قرآن نے اس کے کاٹنے کا حکم دیا ہے لیکن اس کی حد بیان نہیں فرمائی' تواتر عملی سے ثابت ہوتا ہے کہ چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹنا چاہیے اور اس کی بناء سنت پر ہے سنت کی حجیت کا انکار کر دیا جائے تو ہاتھ یا تو ''بغل'' سے کاٹنا ہوگا یا کوئی اور مستند شرعی حد تلاش کرنی ہوگی یہ قرآن میں سے سنت کے لیے ایک آواز ہے' قرآن کا مفہوم عمل کے لیے سنت کی توضیح کے بغیر صاف نہیں اور یہ دلیل ہے کہ سنت حجت ہے۔

3- اذا قمتم الی الصلواة فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق و امسحوا برورسکم وارجلکم الی الکعبین (پ6' ع6)

جب نماز کا ارادہ کرو تو منہ کو دھولو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور سر کا مسح کرو اور پاؤں ٹخنوں تک دھوڈالو!

4- وان کنتم مرضی اوعلی سفر او جاء احدمنکم من الخائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً طیباً فامسحوا بوجوهکم وایدیکم (پ 5' ع 4)

اگر بیماری کی وجہ سے پانی کا استعمال مضر ہو یا سفر ہو یا پیشاب یا پاخانہ یا لمس کی وجہ سے وضو ٹوٹ چکا ہو اور پانی دستیاب نہ ہو سکے تو تیمّم کے لیے پاکیزہ مٹی منہ اور ہاتھوں پر مل لو!

اللہ تعالیٰ مشکل میں نہیں یا ڈالنا چاہتا اور اپنی نعمت پورا کرنا چاہتا ہے تاکہ تم شکر کرو!

اس آیت میں وضو اور تیمّم کی وضاحت کی گئی ہے وضوء اس سے پہلے موجود تھا 12 نبوی بوقت معراج نماز فرض ہوئی' وضوء بھی اس وقت بتا دیا گیا چنانچہ آٹھ سال آنحضرت ﷺ اس ہدایت کے مطابق نماز ادا فرماتے رہے اور باوضو نماز ہوتی رہی' آٹھ سال کے بعد 6ھ میں سورہ مائدہ نازل ہوئی اس میں وضو کی ترتیب بتا کر آٹھ سال کے عمل کی تائید فرمادی گئی آٹھ سال تک جو کچھ ہوا سنت کے مطابق ہوا تھا' آٹھ سال بعد قرآن میں اس کی تائید فرمادی گئی' اگر حدیث حجت نہ ہوتی تو وضوء کیوں کیا گیا' شاید اپنے مسلک کی نہج میں بے وضو پڑھنے کو ترجیح دی جائے' لیکن شاید وجود اس کے خلاف ہے۔

آیت کے دوسرے حصے میں تیمّم کی تعلیم دی گئی ہے اس میں ہاتھوں کا ذکر آیا ہے لیکن حد نہیں بتلائی گئی کہ آیا اس میں کلائی تک ہاتھ شامل ہوگا یا مرفقین تک یا بغل تک' کوئی وضاحت بھی قبول کی جائے اس کی بنیاد سنت پر ہوگی' قرآن اس میں خاموش ہے اور قرآن خود توجہ دلاتا ہے کہ ان احکام کی عملی صورت آنحضرت ﷺ کے عمل سے معلوم ہوگی اور یہ حجیت سنت کے لیے ایک اضطراری دعوت ہے' آیت کے نزول اور وضو کی فرضیت میں آٹھ سال کے فرق کا ذکر پہلے علماء نے بھی فرمایا ہے۔(مفتاح العادہ) الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ' ابجدالعلوم للنواب صدیق' کشف الظنون چلپی' وغیرہ میں ہے۔

مثال الثانی آیۃ الوضوء انها مدنية اجماعاً و فرضه كان مكة حج فرض الصلوٰة و كاية الجمعة فانها مدينه والجمعة فرضت بمكة قيل والحكمة فى ذلك تاكيد حكم السابق بالاية (ابجدالعلوم للنواب صديق حسن ص 237)

وضو کی آیت مدینہ میں نازل ہوئی اور وضو نماز سمیت مکہ میں فرض ہوا اس طرح جمعہ مکہ معظّمہ

میں فرض ہوا تھا لیکن سورہ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی ان حالات سے واضح ہوتا ہے کہ اثبات حکم میں سنت پر اعتماد کیا گیا اور قرآن میں اس کی تائید فرمادی گئی۔

5- اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ (پ ا ع 4) قائم کرو نماز ادا کرو زکوٰۃ نماز اور زکوٰۃ کا حکم قرآن میں بار بار آیا ہے۔ لیکن تعین اوقات، رکعات، وظائف اور ادا کی تفصیل قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اس طرح زکوٰۃ مختلف قسموں کے احوال میں نصاب کا تعین، مقدار زکوٰۃ کی وضاحت قرآن میں نہیں ہے جن حضرات نے ان تفصیلات کو سنت سے الگ طے کرنے کی کوشش کی ہے وہ اپنی کوشش میں بری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ اس لیے خود قرآن مجید حجیت حدیث کا مطالبہ کر رہا ہے۔

اہل قرآن سے ادباً گذارش ہے کہ جہاں تک اسلام اور اس کی تعلیمات کا تعلق ہے، سنت کی حجیت اور تسلیم احادیث کے سوا کوئی چارہ نہیں، تعلیمات اسلامی میں اس کی حیثیت ایک ایسے جزء کی ہے جس کے انکار سے حقیقت ایمان میں فرق آنا ضروری ہے، انکار نبوت اور فرامین نبوت میں چنداں فرق نہیں۔ ایمان پیغمبر کے جسم پر نہیں بولا جاتا، اس کے ارشادات پر ہی بولا جاتا ہے جہاں تک ایمان و دیانت کا تعلق ہے، منکرین سنت اور حجیت حدیث کی لیے یہاں ٹھکانا نہیں ہے، بلکہ طلوع اسلام اور اس قسم کے دوسرے لادینی رسائل ذہنوں کی تربیت کر رہے ہیں یقیناً یہ اسلامی تربیت نہیں ہے، بلکہ اس آزادی کو دیکھتے ہوئے جس کی تلقین ان لوگوں کا شیوہ ہو چکا ہے خیال پیدا ہوتا ہے کہ کسی باقاعدہ اور منظّم کفر میں بھی ان کے لیے جگہ نہیں ہے۔ یہودیت اور نصرانیت کفر ہیں لیکن ان کا قانون بھی توڑنے کے بعد انسان ان کی طرف نسبت نہیں کر سکتا، بت پرستی بھی ایک قانون ہے اور اس کی کچھ حدود ہیں ایک آزاد منش آدمی وہاں بھی اس وقت تک رہ سکتا ہے جبکہ ان پابندیوں کو قبول کر لے۔

میری دانست میں ہمارے ان آزاد منش حضرات کی جگہ یا اباحیت میں ہے یا اشتراکیت کی وسعتوں میں، کسی باقاعدہ مذہب میں (کفر ہو یا اسلام) ہمارے ان دوستوں کے لیے بظاہر کوئی جگہ نہیں ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین